ڈاکٹر شوکت سبزواری

اسلام میں عقل کا مقام اور اس کا کام

قرآن ایک جامع کتاب ہے۔ قرآن مشعلِ ہدایت اور چراغِ معرفت ہے۔ وہ ہمیں فلاح و صلاح کی راہ دکھلاتا ہے۔ اس میں اہم مسائل و اصولِ حیات بیان ہوتے ہیں۔ خدا نے جب انسان کو پیدا کیا تو ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا اور بصارت، سماعت اور قوتِ شامہ وغیرہ حواس بھی دیے اور سوچنے سمجھنے اور نیک و بد جاننے کی قوت بھی عطا کی جسے ہم عقل کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ارشاد ہوا ہے:

هو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلاً مّا تشکرون ○ (الملک ۲۳)

خدا ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور کان، آنکھ اور دل دیا۔ مگر تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

یہ قوتیں انسان کو اس لیے عطا ہوئیں کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق ان سے کام لے۔ آنکھ سے دیکھے، کان سے سُنے۔ عقل سے سوچے اور اچھے بُرے میں تمیز کرے۔ جو لوگ خدا کی عطا کردہ قوتوں سے کام نہیں لیتے، وہ چوپایوں کی طرح ہیں:

لهم قلوب لا یفقهون بها ولهم اعین لا یبصرون بها ولهم اٰذان لا یسمعون بها، اولٰئک کالانعام بل هم اضل۔ (الاعراف - ۱۷۹)

ان کے دل ہیں سمجھتے نہیں۔ آنکھیں ہیں دیکھتے نہیں۔ کان ہیں سنتے نہیں، چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی زیادہ بھٹکے ہوتے۔

فجور و تقویٰ کا دوراہا انسان کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ قرآن میں ہے:

فالهمها فجورها و تقوٰها۔ (والشمس)

خدا نے انسان کو بُرے بھلے کا علم عطا کیا۔

اس کی فطرت میں ایک قوت ودیعت کر دی گئی ہے جس کی مدد سے وہ اچھے بُرے میں فرق اور نیک و بد میں امتیاز کرتا ہے۔

یہ قوت عقل ہے۔ قرآن نے اسے قلب (دل) سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے۔ قیامت کے روز ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ ہی سے بازپرس نہیں کی جائے گی۔ قلب سے بھی سوال کیا جائے گا کہ اس سے کام لیا گیا یا نہیں۔ اگر لیا گیا تو کیا۔

ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك كان عنه مسئولًا۔ (بنی اسرائیل ۳۶) (یاد رکھو) کان، آنکھ، عقل، ان سب کے بارے میں بازپرس ہونے والی ہے۔

یہ قوتیں خدا نے ہماری رہنمائی کے لیے عطا کی ہیں۔ ہمیں ان سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ جو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں حاصل کی جا سکتی ہے۔ قرآن میں جس فعل کو واضح طور پر حرام قرار دیا گیا ہے، اس کے بارے میں تو کسی غور و فکر یا بحث و نظر کی گنجائش ہی نہیں۔ وہ فعل قطعی طور سے حرام ہوگا۔ لیکن جس فعل کے بارے میں کوئی حکم نہ ہو، اس کی حلت و حرمت پر قرآن کی واضح تعلیمات کی روشنی میں قوتِ مدرکہ کی مدد سے غور کیا جا سکتا ہے[1] اور اس پر غور کرنے کا طریقہ (اسلامی طریقہ) یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ امر زیرِ غور اسلامی روح اور قرآنی ارشادات کے منافی تو نہیں۔ اس کے جائز قرار دینے سے قرآن کے کسی واضح فرمان سے تصادم تو نہیں ہوتا اور جب یہ طے ہو جائے کہ امر مذکور قرآنی ہدایت کے منافی نہیں تو پھر عقل سے کام لے کر (جو روزانہ زندگی میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے عطا کی گئی ہے) اس پر غور کیا جائے کہ امرِ مذکور ہمارے لیے، ہمارے خاندان کے لیے، ہمارے معاشرے کے لیے ملک و قوم کے لیے مضر ہے یا مفید۔ اگر مفید ہے تو کیا فائدے ہیں اور اگر مضر ہے تو کونسی مضرتیں ہیں۔ نزول قرآن کے بعد عقل بے کار نہیں ہوئی کارآمد ہوئی ہے۔ اس سے پہلے وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتی تھی۔ اسلام اور قرآن سے اسے روشنی ملی۔ اب ہم زیادہ بہتر طریقے سے اپنے معاملات میں عقل کو رہنما بنا سکتے ہیں۔

اسلام میں عقل کی کیا حیثیت ہے۔ وہ کون سے مسائل ہیں، جن کے بارے میں براہِ راست عقل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ عقل اور قرآن دونوں میں سے کسی سے بھی ہم بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ ہم دونوں کے محتاج ہیں اور غالباً مساوی طور سے محتاج ہیں۔ عقل کی مثال آنکھ کی سی ہے اور

[1] اس کے لیے قرآن کے ساتھ سنت بھی ضروری ہے۔ اور سنت عبارت ہے قرآنی تعلیمات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے عمل سے۔ (مدیر)

قرآن کی مثال روشنی کی سی - آنکھ کو دیکھنے کے لیے روشنی چاہیے - عقل کو بھی قرآن کی روشنی درکار ہے - ہم اپنے ذاتی، سماجی، قومی و ملکی مسائل و معاملات میں قرآن اور اس کی روشن تعلیمات کو نظر انداز کرنے کے بعد صحیح اور صائب فیصلے نہیں کر سکتے -

(۲)

خدا نے انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے انبیا بھیجے - کتاب و حکمت دونوں چیزوں کی انھیں تعلیم دی گئی - نبی کو جہاں کتاب دی گئی وہاں حکمت سے بھی سرفراز فرمایا گیا - ہر صاحبِ کتاب صاحبِ حکمت ہوا - لیکن کچھ برگزیدہ بندے ایسے بھی تھے جنھیں حکمت ملی، کتاب نہیں ملی - مثلاً لقمان علیہ السلام، جن کے بارے میں خدا نے ارشاد فرمایا ہے :

ولقد اٰتینا لقمٰن الحکمۃ - ہم نے لقمان کو حکمت سے سرفراز کیا -

(لقمٰن ۱۲)

آیئے ایک نظر ان انبیا پر ڈالیں جنھیں کتاب و حکمت دونوں سے سرفراز کیا گیا ہے اور انھوں نے ہدایات کے اولین سرچشموں سے اپنے ماننے والوں کو سیراب کیا ہے -

انبیا کی بعثت سے پہلے خود انبیا سے خدا نے عہد لیا تھا کہ جب تمھیں کتاب اور حکمت دونوں سے سرفراز کیا گیا ہے تو تمھارا فرض ہے کہ میرا کوئی فرستادہ تمھارے پاس آئے، اور تمھاری سچائی کی شہادت دے تو تم اس کو مانو اور ہر طرح سے اس کی مدد کرو -

واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ -

(آل عمران، ۸۱)

وہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے جب خدا نے نبیوں سے اس امر کا عہد لیا کہ تم کتاب و حکمت دونوں کے مالک ہو - تمھیں چاہیے کہ میرا کوئی فرستادہ تمھارے پاس آئے اور تمھاری تصدیق کرے تو تم اس پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو -

اس آیت میں تمام انبیا کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ انھیں کتاب دی گئی اور حکمت سے سرفراز کیا گیا -

ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت ابراہیم کی اولاد میں منحصر ہو گئی تھی ۔ قرآن کی تصریح کے مطابق آل ابراہیم سب حاملِ کتاب اور مالکِ حکمت ہوتے ہیں ۔

فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتاب والحکمۃ (النساء ، ۵۴)

ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب بھی دی اور حکمت بھی ۔

مسیح علیہ السلام کی بابت ارشاد ہوا ہے :-

یعلمہ الکتٰب والحکمۃ ۔ (آل عمران ، ۴۸)

خدا ان کو کتاب بھی سکھائے گا اور حکمت بھی ۔

ایک دوسرے مقام پر مسیح علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے :

واذ علمتك الکتٰب والحکمۃ ۔ (المائدہ ، ۱۱۰)

وہ زمانہ تمھیں یاد ہوگا جب ہم نے تمھیں کتاب کی تعلیم دی اور حکمت سکھائی ۔

نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی اس نعمت بے پایاں سے کس طرح محروم رہ سکتے تھے ۔ ان کو اتمام نعمت کے ساتھ کتاب و حکمت بھی عطا کی گئی ۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے :

وانزل اللہ علیك الکتٰب والحکمۃ وعلمك مالم تکن تعلم ۔ (النساء ، ۱۱۳)

خدا نے آپؐ پر کتاب کے ساتھ ساتھ حکمت بھی نازل فرمائی اور وہ سب کچھ آپؐ کو سکھایا جو آپ کے علم میں نہ تھا ۔

آپؐ کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں دعا مانگی تھی کہ اے خدا آپ کو کتاب و حکمت دونوں سے سرفراز فرما ، تاکہ آپ اپنی امت کو دونوں کی تعلیم دے سکیں ۔

قرآن کے الفاظ خاص طور پر غور کے قابل ہیں :

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتك ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ۔ (البقرہ ۱۲۹)

اے میرے رب! ان میں ایک رسول مبعوث فرما جو انہی میں سے ہو ۔ وہ تیری آیات ان پر تلاوت کرے اور انھیں کتاب و حکمت سکھائے ۔

چنانچہ حضورؐ نے خدا سے کتاب و حکمت کا جو علم پایا ، اسے اپنی امت تک پہنچایا اور کتاب و حکمت دونوں کی انھیں تعلیم دی ۔

يتلوا عليهم ايٰته و يزكيهم ويعلمهم الكتب و الحكمة - (آل عمران ۱۶۴)

حضورؐ اپنی اُمّت پر خدا کی آیات تلاوت فرماتے۔ انھیں پاک صاف بناتے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

دو تین مقامات پر اس کا اعادہ کیا گیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے کتاب و حکمت کا جو علم خالق کائنات سے حاصل کیا، اسے بے کم و کاست اپنی امت کے ہر فرد تک پہنچایا اور حضورؐ کے حرم مبارک میں شب و روز کتاب کی آیات اور حکمت کے شہ پاروں کا چرچا رہنے لگا، جیسا کہ درج ذیل آیت کریمہ سے ظاہر ہے:

و اذكرن ما يتلى فى بيوتكن من ايٰات الله و الحكمة - (الاحزاب، ۳۴)

(اے رسول کی بی بیو!) تمھارے گھر میں خدا کی آیات اور حکمت کی باتیں جو تلاوت کی جا رہی ہیں، انھیں یاد کرو۔

یہ چرچا اتنا بڑھا کہ ہر مسلمان کتاب و حکمت کے بارے میں کچھ اس انداز سے بات کرنے لگا گویا کتاب خود اس پر نازل ہوئی ہے اور حکمت اس کی اپنی اپج ہے۔ قرآن حکیم میں اصحاب رسول کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:

و اذكروا نعمة عليكم و ما انزل عليكم من الكتب و الحكمة - (البقرہ - ۲۳۱)

(اے نبی کے ماننے والو) خدا کی نعمت یاد کرو اور جو کچھ کتاب اور حکمت تم پر نازل ہوئی اسے بھی۔

(۳)

اس تفصیل سے ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ حکمت، جس کا ذکر بار بار قرآن کی مذکورہ بالا آیات میں ہوا، کتاب سے مختلف اور اس سے الگ کوئی چیز ہے۔ حکمت اگر کتاب میں شامل ہوتی تو کتاب سے الگ اور اس کے مقابل اس کا ذکر اس کثرت کے ساتھ مختلف مقامات پر نہ کیا جاتا۔ حکمت علم الٰہی کی ایک شاخ ہے جو کتاب کے ساتھ خدا کے برگزیدہ بندوں پر نازل ہوتی۔ کتاب کی طرح لوگوں نے اسے جانا، سیکھا اور اپنی طاقت و مقدرت کے مطابق اس پر عمل بھی کیا۔ سوال یہ ہے کہ حکمت کیا ہے اور اس کے معنی کیا ہیں؟

میں کم سے کم اتنی بات کسی قدر وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ حکمت عمل کا نام نہیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ حکمت علم اور ایک خاص نوع کا علم ہے اور یہ بات خود قرآن سے ثابت ہے۔ کتاب کے ساتھ اور اس کے بالمقابل بطور عطف قرآن میں حکمت کا ذکر ہوا ہے۔ جیسا کہ قارئین نے مذکورہ بالا آیات میں ملاحظہ فرمایا۔ کتاب سرچشمۂ علم و عرفان ہے۔ حکمت بھی علم ہی کی ایک قسم ہونی چاہیے۔ کتاب اور حکمت دونوں کے لیے قرآن میں نزول کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو بلا تاویل علم اور صرف علم کے لیے ہو سکتا ہے۔ علم ہی ایک ایسی چیز ہے جو خدا کی طرف سے اس کے نیک بندوں پر نازل ہو، اور اس کا القا ان کے دلوں پر کیا جائے۔ عمل کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے خدا کی طرف سے نازل کیا گیا۔

ذیل کی آیت اس باب میں امرِ فیصل کی حیثیت رکھتی ہے:

ولقد جاءھم من الانبآء ما فیہ مزدجر حکمۃ بالغۃ۔ (القمر ۵۴)	ان واقعات و اخبار میں (جو بیان ہوئے) ان کے لیے عبرت کا سامان ہے۔ ایک دور رس حکمت۔

خدا نے عبرت کو، جو گذشتہ واقعات و اخبار پر غور کرنے کے بعد انسان نے حاصل کی، حکمت سے تعبیر کیا ہے۔ حکمت نام اس علم کا ہے جو انسان کو مشاہدہ حیات و کائنات اور مطالعہ اخبار و واقعات کے بعد نتیجے کے طور پر حاصل ہو۔ حکمت کے لفظی معنی ہیں پختگی اور استواری۔ تدبر و تفکر کے بعد جو علم حاصل ہو اس میں استواری ہو گی، وہ انسانی تجربات کا حاصل اور نچوڑ سمجھا جائے گا۔ اس لیے اسے حکمت کہا گیا۔ قرآن کی رو سے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مکتوبی (coded) جو قلم بند کر کے انسان کو عطا کیا گیا۔ یہ کتاب یعنی قرآن ہے۔ حدیثِ رسول اس کی شرح ہے۔ دوسرے غیر مکتوبی اکتسابی جو انسان نے مشاعر و مدارک یعنی خدا کی عطا کردہ مختلف ادراکی و احساسی قوتوں سے کام لے کر اپنے اور اپنے بزرگوں کے گوناگون تجربات سے حاصل کیا۔ قرآن حکیم نے علم کے اس شعبۂ خاص کو حکمت کے نام سے یاد کیا ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے۔

یؤتی الحکمۃ من یشآء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔	جس کو چاہتا ہے خدا اس کو حکمت عطا فرماتا ہے جس کو حکمت عطا کی گئی اسے بہت زیادہ خیر

(البقرہ، ۲۶۹) (اچھائی) عطا کردی گئی۔

مکتوبی علم مستقل اور ابدی ہوتا ہے۔ غیر مکتوبی اس کے مقابلے میں غیر مستقل اور قابلِ تغیر ہے۔ جس میں خاص خاص حالات کے مطابق مستقل علم کی روشنی میں حک و نسخ و ردّ و بدل ہوتا رہتا ہے۔ قرآن حکیم نے علم کے ان دونوں شعبوں کو مساوی حیثیت دی ہے۔ دونوں کو یکساں طور سے مفید اور منزل من اللہ بتایا ہے۔ اس لیے میں اسلام کو حرکی (Dynamic) اور ترقی پسند (Progressive) مذہب کہتا ہوں۔ اس نے زندگی کی دونوں قسموں یعنی مستقل اور غیر مستقل پائندہ اور قابلِ تغیر قدروں کو اپنی اپنی جگہ رکھا۔ اسلام کی ترقی پسندی اس کے جامع اور مکمل ہونے کی دلیل ہے۔ اگر اسلام حکمت کو نظر انداز کر کے صرف کتاب پر زور دیتا تو وہ ابدی اور باقی رہنے والا مذہب نہ ہوتا۔

امام راغب اصفہانی پانچویں صدی ہجری کے مشہور عالم، لغوی اور مفسر قرآن ہیں۔ انھوں نے اپنے قابلِ قدر لغت قرآن "المفردات فی غریب القرآن" میں حکمت کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

والحکمۃ اصابۃ الحق بالعلم و العقل۔ حکمت کے معنی ہیں علم و عقل کی مدد سے حق و صداقت تک رسائی۔ (مطبوعہ مصر، ص ۱۲۶)

کتاب کی طرح عقل بھی حق اور سچائی تک رسائی کا ایک بہتر ذریعہ ہے۔ کہیں کتاب رہنمائی کرتی ہے، کہیں عقل۔ اگر کتاب کسی چیز کے ذکر سے خاموش ہو تو عقل و دانش کی طرف رجوع کیا جائے اور اس کے فیصلے کو کتاب و سنت سمجھا جائے۔ اور یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ عقل کا فیصلہ اس صورت میں کتاب و سنت کا فیصلہ سمجھا جائے گا جب اس میں اور کتاب و سنت کے دوسرے قطعی فیصلوں میں کسی قسم کا تضاد، تصادم، یا اختلاف نہ ہو۔ اختلاف کی صورت میں عقل کا فیصلہ رد کر دیا جائے گا۔

(۴)

ہر چھوٹے بڑے معاملے میں قرآن حکیم کی آیات بیں کھینچا تانی اور دُور از قیاس اور تکلفات سے پُر تاویلات سے بدرجہا بہتر یہ ہے کہ عقل سلیم سے کام لیا جائے اور امر زیر بحث کے مالہٗ وما علیہ یعنی مفادات و مضرات پر اچھی طرح غور کر کے اس کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ صادر کیا جائے۔ یہ عین مقتضائے اسلام ہے۔ دنیا کے بے شمار امور ہیں جن کے بارے میں ہم کسی

عالم دین سے فتویٰ طلب نہیں کرتے۔ سوچ سمجھ کر خود جس نتیجے پر پہنچتے ہیں اس پر بے تامل عمل شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً بچے کو اسکول یا کالج میں کون کون سے مضامین دلائے جائیں۔ اگر خدا نخواستہ بچہ بیمار ہے تو ڈاکٹر کا علاج کرایا جائے یا یونانی طبیب کا۔ کپڑے کس وضع کے ہوں۔ ستر پوشی کے بعد ہم کپڑے کی کسی خاص تراش خراش کو غیر اسلامی تصور نہیں کرتے۔ مکان کے نقشے کے بارے میں بھی کسی عالم دین کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا۔ آمدنی کا کتنا حصہ صرف کیا جائے اور کتنا پس انداز کیا جائے۔ لڑکی کو جہیز میں کیا دیا جائے۔ کتنے آدمی بلائے جائیں اور انھیں کیا کھلایا جائے۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے معاملات ہیں جن میں ہم قرآن سے مدد چاہتے ہیں اور نہ کسی عالم دین اور مفتی شرع متین سے بلکہ اپنے دل سے فتویٰ لیتے اور اپنی عقل سے فیصلہ صادر کرتے ہیں۔

(۵)

میں پوچھنا چاہتا ہوں اگر حکمت کوئی چیز ہے تو وہ کون سے معاملات ہیں جو حکمت کے تحت آتے ہیں اور جن میں کتاب کی جگہ حکمت کی طرف رجوع کیا جاتا اور عقل و دانش سے مشورہ لیا جاتا ہے۔ بعض احادیث میں "تدبر" کی تعریف کی گئی ہے جس کے معنی ہیں سوچ بچار۔ تفکر۔ دنیاوی امور کے حسن و قبح کو دیکھ کر ان کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ۔ حکمت اور تدبر قریب قریب ہم معنی الفاظ ہیں۔ کتاب نے جسے حکمت کہا ہے، حدیث میں وہی تدبر ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے:

ان رجلا قال للنبی علیہ السلام اوصنی فقال خذ الامر بالرویۃ فان رأیت فی عاقبتہ خیراً فامضہ وان خفت غیا فامسک (رواہ فی شرح السنۃ)	ایک شخص نے حضور سے کہا مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ کام کرنے سے پہلے اس پر غور کر لیا کرو۔ اگر اس کا انجام بہتر نظر آئے تو کر گزرو۔ اگر برائی یا گمراہی دیکھو تو باز رہو۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ یا اباذر لا عقل کالتدبر۔	حضورؐ نے مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا اے ابوذرؓ تدبر سے بہتر عقل کا کوئی کام نہیں۔

مطلب یہ کہ عقل سے سوچ بچار اور انجام بینی کا کام نہ لیا جائے تو عقل محض بے کار ہے۔